

کاہن

جینا اس کا اگر ہے مطلوب
دکھلا اس کو جالِ محبوب

یعنی کچھ لوگ خوب صورت
کرتے رہیں جان و دل سے خدمت

پریوں میں یہ طفل پرورش پائے
دکھ دور ہو دل کی سب خلش جائے
(پردہ گرتا ہے)

ایکٹ دوسرا

پہلا سین — محل سرا

(مجنوں کھیلتا اور خوش ہوتا نظر آتا ہے)

مجنوں (دل میں)

واہ^۱ کیا نام ہے میرا مجنوں
واہ کیا نام ہے میرا مفتوں
دل سے بھایا مجھے مجنوں کہنا
کیا خوش آیا مجھے مجنوں کہنا
شوق^۲ ہے شعر و سخن سے مجھ کو
ذوق ہے سیرِ چمن سے مجھ کو

۱۔ صنف کلام :- مثنوی بحر رمل مجنوں مسکن محذوف - وزن :
فاعلاتن فعلاتن فعلا - قصد شاعر : مجنوں کے لڑکپن کی وضع اخلاق ،
طرز معاشرت کا بیان - یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ لڑکپن سے عاشق مزاج
حسن پرست ہے اور اس کو شعر سے بھی ذوق ہے - اس مزاج
کا لڑکا جوان ہو کر یا شاعر ہوگا یا حکیم یا دیوانہ -

۲۔ مجنوں کو شعر گوئی میں بہت اچھی دست گاہ حاصل تھی
چنانچہ اس کا دیوان جو والبی نے جمع کیا ہے ، قابل ملاحظہ ہے -
ف : اگر مجنوں کے والدین اس کی تربیت میں بچپن سے توجہ کر کے
اس کو حسین خواصوں کی صحبت سے بچاتے اور فطرت کی ظاہری
خوب صورتی کی طرف متوجہ کرتے تو وہ شاعر ہوتا - اگر اس کو ظاہری
خوب صورتی کی طرف کچھ دنوں متوجہ کر کے اخلاق اور ذہنی اور
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ پر)

(خواصیں آتی ہیں)

(ان کی طرف دلی اشارہ کر کے خواصوں سے مخاطب ہو کر)

ہیں یہ خدمت میں گل اندام خواص
خاص ہیں میری یہ گلگام خواص
ہے شفا بادۂ عشرت میری
ہے دوا جام محبت میری

(خواصوں سے مخاطب ہو کر)

آؤ اے میری خواصو آؤ
گاؤ اے میری خواصو گاؤ
خواصیں (سب کی سب مل کے)

خدا! جانے کس کا یہ دل مبتلا ہے
کہ پہلو میں اکثر اُسے ڈھونڈتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حقیقی جمال کی طرف متوجہ کرتے تو وہ عاشق علم یعنی فلسفہ ہوتا۔
ان دونوں قسموں کی تعلیم کی طرف سے اس کے والدین نے غفلت
کی اور بچپن سے حسن ظاہری، انسانی کی طرف متوجہ کیا گیا، لہذا
وہ دیوانہ ہوا۔

۱۔ صنف کلام : غزل مسلسل بحر متقاربہ سالم - وزن : فعولن فعولن
چار بار - قصد شاعر : خواصیں ایک امیر زادے کو اپنی طرف متوجہ کرتی
ہیں اور عشق مجازی کی لذتوں سے اس کو بے خبر پا کر اپنے فریب
میں لایا چاہتی ہیں۔ ہمارے ملک کے اکثر لڑکوں کا لڑکپن میں یہی
حال ہوتا ہے اور سن بلوغ کے قبل ہی گناہ گار ہو جاتے ہیں، اور
طرح طرح کے امراض مہلکہ جسمانی و روحانی میں مبتلا ہو کر دنیا و عقبیٰ
کہیں کے نہیں رہتے۔ ماں باپ پر فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ان
بلاؤں سے بچائیں مگر افسوس ہے کہ ہمارے اہل ملک خصوصاً رؤسا
کو اس کا کچھ خیال نہیں۔

(گویا مجنوں سے مخاطب ہو کر)

مزا دردِ آفت کا کچھ ہم سے پوچھو
تمہیں کیا خبر عشق میں کیا مزا ہے
ابھی کھیل سمجھے ہو تم عاشقی کو
کہے رکھتے ہیں ، دل لگانا برا ہے
سمجھ بوجھ کے دل لگانا کسی سے
برا ہے وہ معشوق جو بے وفا ہے
تمہیں کیا خبر شوق کہتے ہیں کس کو
تمہاری بلا جانے کیا مدعا ہے
بتاؤ تو کیا شے ہے آزارِ فرقت
یہ وصلت بھلا کس مرض کی دوا ہے
شرابِ محبت کے نشے ہیں کیسے
خارِ آس کا کیا ہے آتارِ آس کا کیا ہے

دوسرا سین — دیوان خانہ

(تقریب بسم اللہ ' مجنوں)

۱۔ تقریب بسم اللہ مسلمانوں میں خاص ہے ، وہ دن جب لڑکا پہلے پہل پڑھنے کو بٹھایا جاتا ہے ۔ اکثر پانچ برس کے سن میں یہ تقریب ہوتی ہے ۔ اس میں ماں باپ موافق اپنے اپنے حوصلے کے بہت کچھ دھوم دھام کرتے ہیں ۔ مردانے اور زنانے میں دونوں جگہ مہمان جمع ہوتے ہیں ۔ مولوی صاحب جو ”بسم اللہ“ پڑھاتے ہیں ، ان کو حسبِ مقدور کچھ نہ کچھ نذر دی جاتی ہے ۔ امیروں میں خلعت ، سونے چاندی کے قلم دوات ، تختی وغیرہ ، غریبوں میں کچھ زر نقد قدرِ قلیل ، کوئی کپڑا ، شیرینی وغیرہ ۔

اس دھوم دھام کی فکر اس طرح کی جاتی ہے کہ اکثر لڑکے کا سن زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اچھی طرح آوارگی کا سبق خراب لڑکوں لڑکیوں میں کھیل کھیل کر حاصل کر لیتا ہے اور اس کی قابلیت تربیت پذیری بالکل زائل ہو جاتی ہے ۔

مصاحب

طفل^۱ غنچہ کی چمن میں آج بسم اللہ ہے
جس طرف دیکھو ادھر اللہ ہی اللہ ہے
(عبداللہ اور مجنوں آتے ہیں)

عبداللہ

(قیس سے مخاطب ہو کر)

سنو^۲ اے قیس کہ ہوتا ہے تمہارا مکتب
تم کو لازم ہے دل و جاں سے پڑھو علم و ادب
یہ ادب کیا ہے شرافت کی علامت اے قیس!
کہ ادب ہی سے تو ممتاز ہو قوم عرب

قیس

مجھ کو^۳ کیا عذر ہے اے قبلہ و کعبہ! اس میں
یہ تو ہے عینِ مراد اور یہ عینِ مطلب

۱۔ صنف کلام : مطلع بحر رمل وافی محذوف۔ وزن : فاعلاتن فاعلاتن
فاعلاتن فاعلان ، دو بار۔ قصید شاعر: عبداللہ کے مصاحب اس بات کو
ظاہر کر دیں کہ آج قیس کا مکتب دھوم دھام سے ہونے والا
ہے۔

۲۔ صنف کلام : قطعہ جزو قصیدہ بحر رمل وافی مخبون مسکن
محذوف۔ وزن :۔۔۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعان ، رکن اول بعض
مصرعوں میں سالم ، یعنی : فاعلاتن اور بعض میں مخبون یعنی فعلاتن
لے لیا ہے۔

۳۔ قیس کے طرز کلام سے ظاہر ہے کہ اس کا سن پانچ برس
کا نہیں ہے بلکہ کم از کم دس گیارہ برس کا ہے ، اور ایسا امرامیں
اکثر ہوتا ہے کہ لڑکا اس سن تک محل سے باہر نہیں نکلتا ، جیسا کہ
قبل اس کے بیان کیا گیا ۔

عبداللہ

دیکھو آخوند بھی آ پہنچے کرو جھک کے سلام
یہ وہ ملا ہیں محلے میں ہے جن کا مکتب
(مولوی عشق الدین آتے ہیں ، قیس کا ادب سے سلام کرنا)

عبداللہ

میری تسلیم ادھر آئیے مولانا عشق
میرا بیٹا ہے یہ قیس آج ہے اس کا مکتب

مولوی

ماشاء اللہ! بہت نیک ہیں صاحب زادے
میں پڑھاؤں گا دل و جاں سے انہیں علم و ادب

عبداللہ

میں کبھی آپ کی خدمت سے نہ منہ موڑوں گا
واجباً عرض کیا ، گو کہ یہ ہے ترکِ ادب

۱۔ مولوی کے بیان سے خوشامد کی بو آتی ہے ۔

ف۔ تعلیم دینے کا اجورہ لینا بالکل ناجائز ہے ۔ ایک ادنیٰ درجے کے معلم سے جیسا کہ عشق الدین ظاہر کیا گیا ہے ، اجورہ تعلیم کا فیصلہ کرنا یا چکانا معیوب نہیں ہے مگر عبداللہ اس مقام پر نہایت متانت اور ریاست کو کام فرماتا ہے ۔ عبداللہ اپنے بیٹے کی تعلیم میں نہایت سرگرم اور مستعد معلوم ہوتا ہے ، اور خود بھی اس کو علم سے بہرہ ہے جیسا کہ اس کی گفتگو سے ظاہر ہے ، مگر واقع میں وہ بڑی غلطی کر رہا ہے کہ وہ اپنے پیارے لڑکے کو ایک کم حقیقت ملا کے سپرد کرتا ہے ، مگر اس نے اس بات میں دھوکا کھایا ہو تو عجب نہیں ، اس لیے کہ ملا کی ظاہری وضع نے اس کو فریب دیا کہ غلطی اس کی بے شک ہے کہ اس نے اس مولوی کے چال چلن کو کیوں نہ دریافت کر لیا ۔ اس غلطی میں اکثر والدین بجائے نفع پہنچانے کے اپنے بچوں کو ضرر پہنچاتے ہیں ۔ ایک کم استعداد اور بد وضع مولوی سے پڑھوانا اس سے بدتر ہے کہ لڑکا جاہل رہے ۔

علمِ ادیان سے پہلے اسے کیجیے آگاہ
 کہ مسلمانوں پہ واجب ہے یہ بلکہ اوجب
 علم وجدان کی پھر دیجیے تعلیم اسے
 تاکہ ماہیتِ ہر شے کا کھلے اس پہ سبب
 میرے الطاف سے بہتر جو کریں آپ عتاب
 گھر کے آرام سے خوش تر جو ہو مکتب میں تعب
 دیجیے تعزیر مناسب جو نہ ہو یاد سبق
 دیجیے تادیب ضروری جو کرے ترکِ ادب

مولوی

میں 'تو ہوں خدمتِ طَلاب کو حاضر ہر وقت
 کچھ نہ تنخواہ کی حاجت نہ وظیفے کی طلب
 علما پر ہے بہت آپ کا الطاف امیر
 جو مناسب ہو مرے حق میں وہی ہے انسب

۱۔ مولوی عشق الدین بہ ظاہر نہایت مقطع اور متین بتا رہے مگر
 اُس کی اصلی حالت کسی نہ کسی پیرائے میں ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔
 اولاً تو وہ اپنے تئیں علما میں شامل کرتا ہے اور ایک بے طمع
 معلم بتاتا ہے، پھر یہ بھی کہے بغیر نہیں رہتا کہ آپ تو خود ہی
 کچھ دیجیے گا، پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ حقیقت میں وہ طامع
 ہے جیسا کہ اُس کی طرزِ گفتگو سے ثابت کیا گیا ہے۔ عبد اللہ کا
 علم دوست ہونا اس مصرع سے ظاہر ہے "تاکہ ماہیتِ ہر شے کا کھلے
 اس پہ سبب" اس لیے کہ یہ بہترین تعریفِ فلسفے کی ہے جو ایک
 امیر کی زبان سے ہم سن سکتے ہیں مگر ایسے امیر اگلے زمانے
 میں ہوں تو ہوں اب تو ایسے نہیں پائے جاتے، خصوصاً ہم اہل اسلام
 میں۔ عبد اللہ کی دین داری بھی ظاہر ہے۔ ہم کو تعجب ہے کہ کسی
 زمانے میں امرا علمِ دین کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ قیس کی تادیب
 کے باب میں بھی عبد اللہ کی رائے نہایت صحیح ہے: عجب نہیں ہے کہ
 عبد اللہ ان لوگوں میں ہو جن کی عقل نظری تو درست ہوتی ہے
 مگر عقل عملی درست نہیں ہوتی، اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ
 اپنے اکلوتے فرزند کی تربیت کے باب میں غفلت نہ کرتا جیسا کہ اُس
 نے کیا۔

عبداللہ

فائدہ کچھ نہیں تاخیر سے اب بسم اللہ

یہ کتاب اس کی ہے -----

کتاب اخوند کو دے کے اور خوان اور کشتی کی طرف اشارہ کر کے) ----- ”وہ نذر کا سامان ہے سب“ ۔

ہے وہ کشتی میں تو عمامہ و روبال و عبا

اور آس خوان میں شیرینی و حلوا و رطب

مولوی (عبداللہ سے مخاطب ہو کر)

اس تکلف کی بہ ظاہر تو نہ تھی کچھ حاجت

(دل میں خوان و کشتی کی طرف اشارہ کر کے)

ہو زر نقد بھی کچھ آس میں وگرنہ ہے غضب

(مولوی قیس کو بسم اللہ پڑھاتا ہے)

عبداللہ

(رو بہ قبلہ دست دعا اٹھا کے)

بہ طفیلِ علما و فضلاء اسلام

میرے فرزند کو تو علم عطا کر یارب !

۱۔ سب سے زیادہ عبداللہ کی دعا اس موقع پر نہایت مناسب معلوم ہوتی ہے ہمارے رسول صلعم نے علما کی فضیلت میں ایسا کچھ فرمایا ہے کہ ان کے مرتبے کو شہدا سے بھی بڑھایا ہے ، اور کیوں نہ ہو ، اس لیے کہ یہی لوگ تو سچے حامی دین اور اسلام کے شیدا ہیں اور انہیں کے مساعی جملہ کی برکت سے دین اسلام ابھی تک دنیا میں باقی ہے ۔ دھریوں کے حملے انہوں نے روکے ، فلسفہ کے مقابلے سے انہوں نے بچایا ، بادشاہوں کے ظلم سے انہوں نے نجات دلوائی ، مگر افسوس آج کل کے علما ایسے دائرۂ تنک و تاریک میں مرکز نشین اور زاویہ گزین ہیں کہ وہ کسی طرح دین اسلام کی حالت پر رحم نہیں کرتے ۔ دنیا میں بے شمار اور مسلمانوں میں کروڑوں اور خاص ہندوستان میں لاکھوں اہل اسلام بد اعتقاد ، فاسق ، دھریہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ پر)

تیسرا سین — مکتب خانہ

(مولوی صاحب کا لڑکوں کو پڑھاتے نظر آنے
ایک ملازم کتاب لیے ہوئے ہمراہ)

بچنوں

(ایک خوب صورت لڑکی لیلی کی طرف دلی اشارہ کر کے)

ہر جا^۱ ہمیں اللہ کی قدرت نظر آئی
مکتب میں جو آئے تو یہ صورت نظر آئی

لیلی

(دل میں قیس کو دیکھ کر)

مدت^۲ میں یہ ہم چشم ہمارا نظر آیا
دل ڈھونڈتا تھا جس کو وہ پیارا نظر آیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

زندیق مسلک لا مذہب پائے جاتے ہیں۔ دھرت اور لا مذہبی کی بلا میں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان زیادہ تر مبتلا ہیں، مگر ان کے نزدیک ابھی تک انگریزی پڑھنا کفر اور انگریزی والوں سے مناظرہ اور مباحثہ کرنا شرک ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ علم کلام جس کو کسی زمانے میں ہمارے دین کے قابل فخر اور محقق علماء نے ایجاد کیا رونق دی، وہ بھی زنگ آلود تلوار کی طرح میان میں پڑا ہوا ہے۔ اب کون ایسا سپاہی ہے جو آس تلوار کو صیقل کرے اور میدان میں آکر توحید اور رسالت کے منکروں سے جہاد کرے۔

۱۔ صنف کلام: مطلع غزل۔ ایک حسن پسند طبیعت پر کسی خوب صورت شے کو دیکھ کر پہلے پہل ایسا ہی کچھ اثر ہو سکتا ہے۔

۲۔ صنف کلام: مطلع غزل اور وزن دونوں مطلعوں کا ایک ہے۔ بحر ہزج وافی اخرب مکموف محذوف۔ وزن: مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن۔ لیلی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس مکتب میں وہ بٹھائی گئی تھی وہ اس کے رتبے اور شان کے موافق نہ تھا؛ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے چچا کے بیٹے قیس کے مکتب میں داخل ہونے سے بہت خوش ہوئی۔

(خون خوار خاں ایک سپاہی وضع اپنے بیٹے طرار خاں
کولے کے آتے ہیں)

خون خوار خاں

(لڑکے کان پکڑے ہوئے ہیں)

یہ 'لڑکا' ہے میرا بڑا بے شعور
(مولوی صاحب سے)

پڑھا دیجیے علم اس کو ضرور

اسے گھول کر سب پلا دیجیے

گدھا ہے یہ انسان بنا دیجیے

مولوی

(نگاہ حیرت سے اس وضع اور اس انداز کو دیکھ کے)

ذرا نام نامی تو بتلائیے

صفت ان کی کچھ مجھ سے فرمائیے

۱۔ صنف کلام : مثنوی ، سوال و جواب - اس مثنوی اور دیگر مثنویوں میں یہ فرق ہے کہ ان میں متکلم (راوی) شاعر خود ہوتا ہے کہ وہ کسی شخص کا واقعہ بیان کرے اور اس میں متکلم خود وہی شخص ہوتا ہے جس پر واقعہ ہوا ، لہذا اس کو مثنوی مرقع (ڈرامیٹک) کہہ سکتے ہیں۔

بحر متقارب وافق مقصور یا محذوف - وزن : فعولن فعولن فعولن فعولن یا فعل - قصید شاعر یہ ہے کہ اس مکتب کی حیثیت کو مفصلاً بیان کرے - اس میں کیسے لڑکے پڑھتے ہیں ، کس قسم کے لوگ آتے ہیں - جاہلوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ اپنا نام یا اپنے لڑکے کا بتاتے ہیں تو اس کا عرف اور پیار کا نام اور باپ دادا سکر دادا سب کا ذکر اور نام اور خطاب بتاتے چلے جاتے ہیں ، یہاں تک کہ دوسرا آدمی ان کو چپ کرے - خون خوار خاں نے تو بہت کمی کی کہ صرف اپنا ہی نام بتانے پر اکتفا کی مگر پھر بھی اپنی پیاری بی بی کا ذکر کیے بغیر نہ رہ سکے -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰ پر)

خون خوار خان
 میان نام ہے ان کا جرّار خان
 ہیں جرّار خان ابن خون خوار خان
 بہت اپنی اماں کے ہیں لاڈلے
 وہ کہتی ہیں طرار انہیں پیار سے
 طرار

اللہی ! سلامت رہے میری ماں
 اسی کا تو بیٹا ہوں میں بے گناہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

خون خوار خان کا خیال ہے کہ اس کا لڑکا بے شعور ہے۔ اگر وہ تحصیل علم کرے گا (جس کو وہ علم پڑھنا کہتا ہے) تو ضرور عقل مند ہو جائے گا۔ یہ خیال افو ہے؛ طینت اور فطرت تحصیل علم سے نہیں بدلتی؛ خصوصاً وہ عاداتیں جو اس کی خراب تربیت نے اس کے لڑکے کے اخلاق میں پیدا کر دی ہیں، کیوں کر بدل جائیں گی؟ اگر بہ قول اس کے مولوی صاحب اس کے لڑکے کو علم گھول کر پلا دیں (جس کی امید اس کو مولوی صاحب سے نہ ہونا چاہیے) پھر بھی وہ گدھا انسان نہیں بن سکتا ہے۔ اگر وہ واقعی گدھا ہے تو بے شک انسان نہیں بن سکتا۔ نہایت شریر لڑکوں کو ماں باپ اس لیے بھی اکثر مکتب میں بٹھاتے ہیں کہ ان کے سر سے بلا ٹلے، کچھ دیر تو گھر میں امن و امان رہے۔ عجب نہیں کہ طرار خان بھی انہی لڑکوں میں سے ہو۔ غریب ماں بہنوں کو بے شک کسی قدر راحت ہوگی مگر ناکردہ گناہ ہم مکتب لڑکے اس آفت میں مبتلا ہوں گے جس آفت سے بچنے کے لیے ماں باپ نے اس کو گھر سے فاضل ہونے کو نکالا ہے۔ مولویوں کو مناسب ہے کہ ہر ایک لڑکے کا چال چلن قبل اس کے کہ وہ مکتب میں داخل کیا جائے، اچھی طرح تحقیق کر لیں اور اگر اس کو داخل کریں تو ضرور اور لڑکوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے ذمہ دار ہوں، اور اگر اس ذمہ داری کو پسند نہیں کرتے تو کبھی ایسے لڑکوں کو مکتب میں نہ لیں۔ مولوی عشق الدین نے بھی غلطی کی جیسا کہ ظاہر ہوگا، اور طرہ یہ ہے کہ مولوی صاحب اس لڑکے کا قیافہ سمجھ گئے تھے مگر مکتب کے معمول کی طمع سے بٹھا ہی لیا۔

مولوی (لڑکوں سے مخاطب ہو کر)

قیافے سے ہے اس کے ثابت یہ بات
یہ لڑکا حقیقت میں ہے بد صفات

(خون خوار خاں سے مخاطب ہو کر)

حقیقت میں عیار مکار ہے
حقیقت میں طرار فرار ہے

خون خوار خاں

ذرا آپ ٹھیک اس کو کر لیجیے
شرارت کرے تو سزا دیجیے

مولوی

اگر یہ شرارت کرے گا یہاں
میں توڑوں گا خوب اس کی سب پسلیاں

طرار (دل میں)

ہے 'قصاب یہ مولوی نابکار
چھڑا اس کے پنجے سے پروردگار!

مولوی

(خون خوار سے مخاطب ہو کر)

پڑھاؤں گا معقول و منقول سب
مگر لوں گا مکتب کا معمول سب

۱۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ طرار کے دل میں مولوی کی وقعت بالکل نہیں ہے؛ اس کو استادوں سے ڈرنا تو آ گیا ہے مگر محبت کرنا اس نے نہ سیکھا ہے، نہ آئے آتا ہے۔

خون خوار خاں

نہیں 'میں تو خدمت کے قابل جناب
پڑھا دیجیے گا تو ہوگا ثواب

مولوی (دل میں)

کہاں کا ثواب اور کہاں کا عذاب

(خون خوار خاں سے)

اجی کچھ زر نقد کا ہو حساب

خون خوار خاں

نہ خدمت میں ہرگز کروں گا کمی

میں چلمیں بھروں گا حضور آپ کی

مولوی (مطمئن ہو کر)

زیادہ تردد نہ فرمائیے

بس اب آپ تشریف لے جائے

(خون خوار جاتا ہے)

۱۔ موٹی موٹی لفظیں (معقول و منقول معمول کثہ ملازوں کی قرأت کے ساتھ) بولنے سے یہ فائدہ ہے کہ جہلا میں وقار بڑھے۔ مکتب کا معمول ماہواری کے دو چار آنہ، جمعرات کا پیسہ ۲ عیدی کا ایک آنہ، اس سے زیادہ کی امید خون خوار ایسے کم حیثیت سپاہی سے مولوی کو نہیں ہو سکتی۔ خون خوار خاں بے چارہ مولوی صاحب کو نہایت با خدا سمجھتا ہے، ایسے مولوی اس کے دادا کے وقت میں ہوں تو ہوں، اس زمانے میں بہت ہی کم ہیں۔ ثواب اور عذاب کے مسئلے کو مولوی صاحب خون خوار خاں سے بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں مگر اس پر عمل کرنا ان کے نزدیک ایسا ہی لغو ہے جیسا کہ وہ خون خوار خاں کو سمجھتے ہوں گے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مولوی (طرار سے مخاطب ہو کر)

بہت تم ہو بد ذات کیوں اے بچا!

طرار

(مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر۔ چپکے سے)

بھلا تم سے کس نے کہا، اے چچا!

مولوی

(یہ سن کے نہایت غصے میں)

اے دوں گا تجھ کو بہت گوشال

طمانچوں سے منہ تیرا کر دوں گا لال

چچا کیوں کہا تو نے یہ تو بتا

طرار (مہم کر چپکے سے)

نہ تھا قافیہ کوئی اس کے سوا

مولوی (تعجب سے)

تجھے قافیے میں بھی ہے دخل، بے!

طرار (سبق یاد کرنے کے لہجے میں)

الف! سے بھلا پہلے کیسی یہ 'ب'،

مولوی

بچا تم تو میرے بھی استاد ہو

طرار (دل میں)

تو کیا اس میں کچھ شک بھی ہے آپ کو

۱۔ بھلا کا الف اور بے کی ی کو ذرا بڑھا کر کہنے سے لڑکوں

کے سبق یاد کرنے کا لہجہ ہو جائے گا۔

پڑھائے ہیں میں نے کئی مولوی
 بنائے ہیں میں نے کئی مولوی
 مولوی (لڑکوں سے)

حقیقت میں یہ ہے بڑا بد تہاد
 ذرا دیکھنا اس کی عقل فساد
 (زہرہ ڈومنی اپنی چھوکری خیلا کو مکتب میں
 لے کے آتی ہے)

زہرہ

(کسی قدر تبسم کے ساتھ)

مری عرض من لیجے آخوند جی
 یہ زہرہ ہے مجرمے کو حاضر ہوئی
 یہ ہے چھوکری میری خانہ خراب
 دیا ہے اسے میں نے خیلا خطاب
 (کسی قدر غرور کے لہجے میں جس سے کچھ طنز بھی
 پیدا ہو)

یہ چونڈے پہ میرے کرم کیجیے
 ذرا اس کو سُدد بُد پڑھا دیجیے

یہ علامہ ہر بات میں طاق ہے
 ابھی سے ہر اک فن میں متشاق ہے

اگر چلبلا پن کرم کچھ یہاں
 تو مارو اسے شوق سے قمچیاں

یہ آوارہ لونڈوں میں ہونے نہ پامے
 ذرا مفت جوین کو کھونے نہ پامے

کسی طرح کی مجھ میں وسعت نہیں

مولوی (دل میں)

پڑھانے کی بھی ہم کو فرصت نہیں

(زہرہ سے مخاطب ہو کر)

اجی واہ زہرہ! یہ کیا بات ہے

مگر اس میں اتنی ذرا بات ہے

شریفوں کی اولاد پڑھتی ہے یاں

خلاف ان کے گزرمے گا یہ بے گان

زہرہ

یہ 'ذمہ مرا آپ اس کو پڑھائیں

کسی کا خطر اپنے دل میں نہ لائیں

بزرگوں سے ان سب کے ہوں آشنا

کریں گے بھلا عذر اس میں وہ کیا

(لیلئی کی طرف اشارہ کر کے)

یہ لیلئی جو بیٹھی ہیں صاحب تمیز

پدر کا ہے نام ان کے عبدالعزیز

(قیس کی طرف اشارہ کر کے)

بڑے بھائی ہیں ان کے سردار قوم

یہ بیٹے ہیں قیس ان کے سالار قوم

۱۔ قصہ شاعر : زہرہ اور مولوی کی گفتگو سے اس امر کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ طوائف کو اس ملک کے نظام معاشرت میں کسی درجہ مداخلت ہے۔

سدا ان امیروں میں جاتی ہوں میں
 لڑکپن سے گاتی بجاتی ہوں میں
 (طرار کی طرف اشارہ کر کے)

مُؤا یہ جو لڑکا ہے دربان کا
 مرے پاس باپ اس کا نوکر رہا
 طرار (دل میں)

یہ کہتی نہیں ہے مرا آشنا
 حقیقت میں وہ ہے ترا آشنا
 زہرہ (مولوی سے)

پڑھائیں اگر آپ اسے غور سے
 میں خدمت کو حاضر ہوں ہر طور سے
 (ایک اشرفی دکھا کر)

یہ لونڈی کا نذرانہ ہوئے قبول
 مولوی (دل میں)
 ہوئی اشرفی مفت میں اک وصول
 (زہرہ سے مخاطب ہو کر)

فقط تھا اسی بات کا کچھ خیال
 وگرنہ کروں عذر میں کیا مجال
 پڑھاؤں گا خوب اس کو - عام و ادب
 کہ خدمت کو حاضر ہوں میں روز و شب

زھرہ (ھنس کے)

یہ کہتی ہے بندی ابھی صاف صاف
اسے شب کی خدمت سے رکھیے معاف

سرِ شام آتے ہیں استاد جی
وہ کرتے ہیں تعلیم اسے موسیقی

مولوی (قرأت سے لاحول پڑھ کے)

ھنسی کا یہ موقع یہ صحبت نہیں
یہ لڑکوں کا مکتب ہے خلوت نہیں

زھرہ (قہقہہ مار کے)

یہ کیا آپ نے مولوی جی کہا
نہیں عشق کے واسطے کوئی جا

مولوی (متبسم ہو کے)

میں سنتا تھا تم کو کہ ہو خوش مذاق
ملیں آج بارے زہے اتفاق

طرار (دل میں)

یہ کہتے نہیں روز جاتے ہیں ہم

ہمیشہ مجیرے بجاتے ہیں ہم

(زھرہ جاتی ہے)

مولوی

ہوا ان بکھیڑوں میں یہ دن تمام

بس اب جاؤ لڑکوں کہ ہے وقت شام

قیس (دل میں)

اے^۱ معلم! ابھی نہ دے رخصت
 اور جی بھر کے دیکھ لیں صورت
 مجنوں (ایک طرف ہو کر)

نہ مل یار سنگ دل سے نہ مل
 دلا^۲ کوٹے دل رُبا میں نہ جا
 المِ ہجر ، دردِ غم ہے ستم
 خدا را مجھے بلا سے بچا
 نہ کر قہر ، پھیر آدھر سے نظر
 بلا ہے بلا وہ زلف رسا
 نہ دے غم مجھے خدا کے لیے

چوتھا سین—خواب گاہ قیس

(پہلی شب فرقت - نالہ و زاری و بے قراری)

قیس

یا الہی^۳ شب فرقت کی سحر ہو کہ نہ ہو
 مجھ پہ بھاری ہے یہ شب ، آہ بسر ہو کہ نہ ہو

۱۔ صنف کلام : مطلع بحر خفیف وافی مخبون مسکن محذوف۔ وزن :
 فاعلاتن مفاعیلن فعْلن - قصد شاعر : اس تمام صحبت کا اس شخص کے
 دل پر کیا اثر ہوا جس کا خیال ایک ہی طرف متوجہ رہا۔

۲۔ صنف کلام : ابیات مثل مسقط چار خانہ - بحر پارسی باربدیہ
 یا جادوراء۔ وزن : مفاعیل فاع لات فعل ، ایک بار۔ قصد شاعر : اظہار
 اس امر کا کہ مجنوں لیلیٰ کو دل دینے میں پس و پیش کرتا ہے۔ اس
 کو حالت زود کہتے ہیں۔

۳۔ صنف کلام : غزل بحر رمل وافی مخبون محذوف۔ وزن : فاعلاتن
 فعلاتن فعلاتن فعْلن ، دوبار۔ رکن آخر (فعْلن) بعض مصرعوں میں مسکن
 (بہ سکون عین) لیا گیا ہے۔

دردِ فرقت سے مرے دم پہ بنی ہے یا رب
 اُس کو کچھ میرے تڑپنے کی خبر ہو کہ نہ ہو
 نالے کرنے دے مجھے ہجر میں اے بے اثری!
 دل کی حسرت تو نکل جائے اثر ہو کہ نہ ہو
 ہم تو دیکھا کیے کل پیار کی نظروں سے انہیں
 اب خدا جانے ادھر ان کی نظر ہو کہ نہ ہو
 ہدف تیر نگہ ہیں جگر و دل دونوں
 دردِ دل ہو کہ نہ ہو دردِ جگر ہو کہ نہ ہو
 اب تو بے سمجھے ہوئے دل کا کیا ہے سودا
 نفع کچھ ہو کہ نہ ہو اس میں ضرر ہو کہ نہ ہو
 کل بھی اے دل تجھے لے جائیں گے ہم یار کے پاس
 نذر دیں گے اسے منظور نظر ہو کہ نہ ہو

پانچواں سین—مکتب خانہ

(قیس و لیلیٰ کا دوبارہ دو چار ہونا)

قیس (دل میں)

اللہ نے پھر آج وہی شکل دکھائی
 پھر ہم کو وہی چاند سی صورت نظر آئی

لیلیٰ (دل میں)

وہ چشم وہ ابرو وہ اشارہ نظر آیا
 لو آج بھی ہم کو وہی پیارا نظر آیا